انتخاب از جناب محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

قسط ــــ ۳

امام ربّانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

کے

علوم و معارف

بروایت حکیم الامت مولانا تھانویؒ

۴۴- فرمایا ایک شخص نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ ایک صاحب ہیں انبیٹھے میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھ کو سماع کی اجازت دی ہے، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوا بھی ہو تو حجت نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ جس فن کے امام ہیں اس میں ہم ان کے غلام ہیں باقی یہ مسائل فقیہہ ہیں، اس میں فقہا کا اتباع کیا جائے گا۔ دیکھیے حضرت مولاناؒ ہمیشہ حضرت حاجی صاحبؒ کے خطوط میں اپنے نام کیساتھ یہ ہی لکھتے تھے "کمترین" "غلام" "کمینہ" "خدام" مگر اس موقعہ پر صاف صاف حقیقت ظاہر کر دی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان مسائل میں حضرتؒ کو ہم سے فتوٰی لے کر عمل کرنا چاہیئے نہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں۔ حضرت گنگوہیؒ میں انتظامی شان بڑی زبردست تھی جس کو بعض بد فہموں نے نخوت سے تعبیر کیا، نخوت نہ تھی۔ (الاضافات الیومیہ صفحہ ۲۲۶، ۲۱۴ ج ۲)

۴۵- فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ برسوں کے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اگر یہ سمجھ میں آجاوے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اسکو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ لیکن آجکل تو بھول کر بھی یہ خیال نہیں ہوتا، دعوٰی ہی دعوٰی ہے۔ ذرا ذرا سے بچے شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، شیخ الادب، کہلائے جانے پر نازاں ہیں۔ مگر ابھی تک کوئی شیخ الشرارت نہیں ہوا۔ (الاضافات الیومیہ صفحہ ۲۳۸ ج ۲)

۴۶- فرمایا ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس ایک شخص نے آکر غالباً یہ کہا کہ حضرتؒ میرا نکاح نہیں ہوتا۔ آپ نے تعویذ لکھ کر دے دیا اس میں یہ لکھا کہ اے اللہ میں کچھ جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں اور یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام، بس نکاح ہو گیا۔ (الاضافات الیومیہ صفحہ ۲۹۴ ج ۲)

۴۷- فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا گنگوہیؒ کو اجازت دی تھی یوں بھی فرما دیا تھا کہ اگر کوئی بیعت ہونا چاہے تو انکار مت کرنا۔ مولاناؒ نے عرض کیا کہ میں بیعت کے قابل نہیں۔ حضرتؒ

نے فرمایا کہ تم کیا جانو ہم جو کہتے ہیں وہی کرنا۔ جب مولانا گنگوہ پہنچے، گنگوہ میں ایک بی بی تھی، اس نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے بیعت فرمانے سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے حضرت حاجی صاحبؒ بھی گنگوہ تشریف لے گئے، اس بی بی نے حضرت سے بیعت نہ کرنے کی شکایت کی۔ حضرتؒ نے مولانا سے فرمایا انکو بیعت کیوں نہیں کر لیتے۔ مولاناؒ نے عرض کیا اب تو حضرتؒ خود تشریف رکھتے ہیں، حضرت ہی بیعت فرمالیں۔ فرمایا یہ کیا ضروری ہے ایک شخص کو تم سے عقیدت ہے مجھ سے نہیں، تم ہی کر دو۔ غرضیکہ حضرتؒ نے ان بی بی کو اپنے سامنے مولاناؒ سے بیعت کرایا۔ یہاں ایک مسئلہ بھی ثابت ہؤا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے سو اگر پیر سے مناسبت ہو اور پیر کے پیر سے مناسبت نہ ہو تو پیر ہی کی طرف توجہ کرے اس کے پیر کی طرف نہ کرے۔ گو ادب اور تعظیم اسکی بھی ضروری ہے۔ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجلس میں حضرت جنیدؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ دونوں ہوں تو ہم جنیدؒ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں وہ حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر ہوں گے۔ ہمارا تعلق تو حضرت حاجی صاحبؒ سے ہے، افسوس پھر بھی ان حضرات کو وہابی اور خشک کہتے ہیں۔ بڑا ظلم کرتے ہیں ———

(الاضافات الیومیہ صـ۳۰۶ ج۲ الانعاظ بالغیر صـ۱۶)

۴۸۔ فرمایا۔ مولوی سالار بخش صاحب گو صحیح الادراک نہ تھے۔ مگر ذہین بڑے تھے۔ ان کی باتیں عجیب وغریب ہوتی تھیں۔ باہر جب نکلتے تھے تو منہ پہ نقاب ہوتا تھا کہ کہیں کافر کو ان کا چہرہ نظر نہ آجائے۔ ایک شخص تھا قمر الدین نام کا، اس سے کچھ خفا ہو گئے تھے۔ ایک روز وعظ میں بیان کیا کہ اسکو بعض لوگ کہتے ہیں، کمر دینی بھونڈا منہ، بعض کہتے ہیں خمر دینی ٹیڑھا۔ بعض کہتے ہیں قمرو یہ اصل میں قمُ رو ہے۔ یعنی اٹھ چلا جا۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مولوی صاحب سالار بخش کیا نام ہے جسکے معنے ہیں سالار کا بخشا ہوا۔ یہ تو شرک ہے۔ کہتے ہیں یہ تو اللہ کا نام ہے یہ اصل میں ہے سال آر یعنی سال کا لانے والا، وہ کون ہؤا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کو ان کی طرف سے خیال تھا کہ یہ میرے تبلائے ہوئے مسائل پر ناحق کے اعتراضات کریں گے۔ بس یہ تدبیر کی کہ ایک مرتبہ مولوی سالار بخش صاحب گنگوہ آئے ہوئے تھے، حضرت مولاناؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ آجکل مولوی سالار بخش صاحب آئے ہوئے ہیں، وہ ہم سب کے بڑے ہیں ہم ان کے ہوتے ہوئے مسئلہ کیا بتائیں،

انہیں سے جاکر دریافت کرو۔ یہ شخص وہاں پہنچا، اور جاکر مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا۔ اور حضرت کا یہ مقولہ بھی نقل کر دیا۔ مولوی صاحب اس کو سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ وہ بھی بڑے عالم ہیں، انہیں جاکر دریافت کرو، ہم نے یہ کام انہی کے سپرد کر دیا ہے، اب یہ سلسلہ ہو گیا کہ جو مولوی صاحب کے پاس مسئلہ پوچھنے آتا حضرت کا نام بتلا دیتے۔ یہ حضرت کی فراست تھی کس لطیف تدبیر سے کام نکال لیا۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ کے مجانین بھی اچھے ہی تھے، آجکل کے تو مجازین بھی شاید ایسے نہ ہوں۔ ایسا کوئی کر کے تو دکھلا دے، اور ہمیشہ حضرت کے ثنا خواں رہے۔ (الاضافات الیومیہ ص۶)

۴۹۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اپنے رسالہ خوان خلیل جام ۱۳ کے واقعہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک بار خود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے خود افادۃً فرمایا اور زیادہ یاد یہ پڑتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی سے نقل فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں جو اوقاف لازمہ ہیں وہ ایسے ہی مواقع پر ہیں جہاں وصل کرنے سے ایہام خلاف کا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے مگر اس آیت میں کفار کا قول منقول ہے: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ اور وَلَدًا پر وقف نہیں حالانکہ قاعدہ مذکور کا مقتضا یہاں پر لزوم وقف تھا کیونکہ وقف نہ ہونے سے ایہام ہوتا ہے کہ سبحانہٗ بھی ان قائلین کا قول ہے، حالانکہ یہ ان کے قول اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا کا رد و ابطال ہے، سو اس میں نکتہ یہ ہے کہ تنزیہہ میں جہاں تک ہو جلدی کی جائے تاکہ تالی یا سامع کو مخالفین تنزیہہ کے قول کے بعد ذرا بھی انتظار نہ ہو کہ اس قول کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ انتہی (ماہنامہ النور ص۱۱ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ)

۵۰۔ فرمایا ایک رئیس حضرت مولانا گنگوہی کے واسطے ایک نہایت قیمتی خوشنما بھرکدار پوستین لائے تھے کہ حضرت اسکو پہنا کریں۔ مولانا نے ایک نواب صاحب کو دے دیا اور فرمایا کہ نواب صاحب! اسکو آپ پہن لیجئے۔ آپ کے کپڑوں پر یہ اچھی لگے گی، کیونکہ آپ کا اور لباس بھی اسکے موافق قیمتی ہوگا، اور میں لٹھے، گاڑھے دھوتر کے اوپر اسکو پہن کر کیا اچھا لگوں گا۔ پھر اسکی حفاظت کیڑے سے کون کرے گا۔ مجھے اتنی فرصت نہیں۔ فضول اسکو رکھ کر ضائع کر دوں۔ غرض اہل اللہ اپنے بدن کے واسطے یہ جھگڑے پسند نہیں کرتے۔ (الفاظ القرآن ص۵۴)

۵۱۔ فرمایا اہل معرفت نے تو ناراضی کے شبہ پر خودکشی تک کر لی ہے۔ گو یہ غلطی تھی کیونکہ خودکشی میں تو ناراضی زیادہ ہے قبض میں تو احتمال ہی احتمال ہے کہ شاید وہ ناراض ہیں۔ خودکشی میں

۱۔ تلاوت کرنے والا　　۲۔ تلاوت سننے والا۔

ناراضی ہیں تو نہیں ہے مگر اس وقت اضطراب اور گھٹن ایسا ہوتا ہے۔ کہ ان مقدمات کی طرف خیال ہی نہیں جاتا۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ خودکشی کرنے والے معذور ہوں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کی معرفت ناقص تھی کامل نہ تھی۔ اس لئے سارے پہلوؤں پر نظر نہ گئی۔ محقق کی نظر وسیع ہوتی ہے، وہ ہر پہلو پر نظر رکھتا ہے، اس لئے وہ سخت گھٹن میں ہوتا ہے کہ نہ جینے دیتے ہیں نہ مرنے دیتے ہیں وہ اس وقت یوں کہتا ہے ؎

اے حریفان راہ ہا را بست یار   آہوے لنگیم و او شیر شکار
غیر تسلیم و رضا کو چارہ   در کف شیر نر خونخوارہ

اس وقت عارف محقق تسلیم و رضا سے کام لیتا ہے اور اگر اس گھٹن اور بے چینی میں اسکی جان نکل جائے تو یہ شہید اکبر ہوگا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ایسے ہی شخص کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر اس حالت میں مرگیا تو شہید ہوگا۔ کیونکہ مقتول فی سبیل اللہ کو جو شہید اکبر کہتے ہیں اسکی وجہ بھی محبت ہی تو ہے کیونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے عاشق محب ہی جان دے سکتا ہے ــــ جب بنائے شہادت محبت پر ہے تو محب عاشق خواہ بستر ہی پر مرے وہ شہید ہوگا۔ (ارضاء الحق حصہ دوم)

۵۱۔ فرمایا: مولانا محمد منیر صاحبؒ نانوتہ میں ایک بزرگ تھے، ایک دفعہ ان کے ہاتھ سے مدرسہ دیوبند کی ایک امانت ضائع ہوگئی۔ سفر میں کسی نے چرالی اور رقم زیادہ تھی، انہوں نے فوراً مدرسہ میں اطلاع کردی کہ وہ امانت میرے پاس سے چوری ہوگئی، لیکن میں ضمان ادا کردوں گا۔ مدرسہ والوں نے چاہا کہ مولوی صاحب سے ضمان نہ لیں۔ کیونکہ ان کی دیانت پر پورا اعتماد تھا کہ انہوں نے قصداً حفاظت میں کوتاہی نہیں کی۔ اور ایسی حالت میں شرعاً امین پر ضمان نہیں۔ چنانچہ ان سے کہا گیا تو انہوں نے اسکو منظور نہ کیا اور کہا مجھے بدوں ضمان دئیے چین نہ آئے گا۔ مدرسہ والوں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرتؒ مولوی منیر صاحبؒ نہیں مانتے، مدرسہ کا ضمان ادا کرنا چاہتے ہیں اگر آپ فتویٰ لکھ دیں تو شاید مان جائیں کیونکہ مولانا گنگوہیؒ کو ساری جماعت بڑا امانتی تھی اور مولانا کے فتویٰ پر ہر شخص کو پورا اعتماد تھا۔ حضرتؒ نے فتویٰ لکھ دیا کہ جب امین نے حفاظت میں کوتاہی نہ کی ہو تو اس پر شرعاً ضمان نہیں۔ مدرسہ والوں نے یہ فتویٰ مولوی منیر صاحبؒ کو لاکر دکھایا سو حالانکہ مولوی منیر صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ کا بڑا ادب کرتے تھے مگر اس وقت یہ فتویٰ دیکھ کر ان کو بڑا جوش آیا اور ہم عمری کے سبب ناز کے لہجہ میں فرمایا بس میاں رشید احمدؒ نے ساری فقہ میرے ہی واسطے پڑھی تھی۔ ذرا وہ اپنے کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر دیکھیں اگر ان کے ہاتھ سے مدرسہ کی امانت ضائع

ہو جاتی تو کیا وہ خود بھی اس فتویٰ پر عمل کرتے یا بدوں ادا کئے چین نہ ملتا۔ بے جا ڈیں کسی کا فتویٰ نہیں دیکھنا چاہتا۔ حضرت انہوں نے نہیں مانا۔ اور زمین بیچ کر یا نہ معلوم کس طرح مدرسہ کی رقم ادا کی۔ (ارضاء الحق حصہ دوم ص۲۰)

حدیث شریف میں ہے اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ۔ اپنے دل سے فتویٰ لو، اگرچہ مفتی فتویٰ بھی دے دیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا حضرت جب دل کو لگتی ہے اس وقت جواز کے سارے فتوے رکھے رہ جاتے ہیں اور اس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک کھٹک کی بات کو دور نہ کیا جائے۔

۵۲۔ فرمایا حضرت مولانا گنگوہیؒ کی مجلس میں ایک دیہاتی شخص نے دوسرے سے آہستہ سے کہا کہ حضرتؒ نے جو فلاں مسجد کی درستی کا اہتمام فرمایا ہے۔ حضرت کو کشف ہوا تھا۔ مولاناؒ نے یہ بات سن لی۔ پکار کر فرمایا مجھ کو کشف وغیرہ کچھ نہیں ہوا جو کوئی میری نسبت ایسا خیال رکھے وہ غلط ہے۔ تو وہ صاحب چپکے سے دوسرے آدمی سے کیا کہتے ہیں کہ پڑے کہو، انہیں کہنے دو انہیں کشف ہوا تھا۔ اب بھلا اس کا بھی کچھ علاج ہے کہ شیخ کی تردید کے بعد بھی اسکی بات نہیں مانی جاتی اور اپنے اعتقاد پر اصرار کیا جاتا ہے۔ (تحقیق الشکر ص۹)

۵۳۔ فرمایا گنوار کوئی پڑھے لکھے نہیں مگر پڑھے لکھوں سے زیادہ فہیم ہیں۔ دین سے فہم بھی درست ہو جاتا ہے اس درستی فہم پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک شخص گنوار حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں آیا اور کہا مولوی جی مجھے مرید کر لو۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا بھائی آ۔ مرید کرتے ہوئے جو باتیں کہلواتے ہیں، کہ نماز پڑھو روزہ رکھا کرو سب کچھ کہلوا لیا۔ جب مولانا اپنی باتیں پوری فرما چکے تو آپ کہتے ہیں کہ مولوی جی تم نے افیم سے تو توبہ کرائی نہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بھائی مجھے کیا خبر کہ تو افیم بھی کھاتا ہے۔ حضرت چونکہ طبیب بھی تھے جانتے تھے کہ چونکہ افیم کا چھوڑنا دفعتہً مشکل ہے اور طالب کی حالت کی رعایت ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ کتنی کھایا کرتے ہو، میرے ہاتھ پر رکھ دو۔ اس نے گولی بنا کہ حضرت کے ہاتھ پر رکھ دی حضرتؒ نے اس میں سے کچھ کم کر کے گولی اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ اتنی کھا لیا کرو پھر مشورہ کر لینا۔ وہ شخص کچھ دیر خاموش بیٹھ کر کہنے لگا، اجی مولوی جی جب توبہ ہی کر لی پھر اتنی اور اتنی کیا، یہ کہہ کر افیون کی ڈبیہ نکال کر دیوار پہ ماری اور یہ کہا ارے افیم جا میں نے تجھے چھوڑ دیا، بس یہ کہہ کر بھیجا کہ مولوی جی دعا کر دیجیو کہ میں اچھا ہو جاؤں مگر افیم نہ کھاؤں گا۔ غرض بری حالت تک نوبت

پہنچی، مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہو گیا، تندرست ہو کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے پوچھا کون ہے؟ کہا میں ہوں افیم والا اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد دو روپے پیش کئے۔ مولاناؒ نے کسی قدر عذر کے بعد دلجوئی کیلئے قبول فرمائے تو آپ کہتے ہیں کہ اجی مولوی جی یہ تو تم نے پوچھا ہی نہیں یہ کیسے روپے ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بھائی اب تبلا دے کیسے روپے ہیں۔ اس نے کہا یہ روپے افیم کے ہیں۔ حضرت نے پوچھا افیم کے کیسے۔ اس نے کہا کہ میں دو روپے کی افیم مہینہ میں کھاتا تھا۔ جب میں نے افیم سے توبہ کی نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپے ماہوار بچیں گے۔ میں نے کہا یہ تو دین میں دنیا مل گئی، بس میں نے نفس سے کہا کہ یہ یاد رکھو کہ یہ روپیہ تیرے پاس نہ چھوڑوں گا، یہ مت سمجھ کہ تجھے دوں گا، بلکہ اسی وقت نیت کر لی تھی کہ جتنے کی افیم کھایا کرتا تھا وہ پیر کو دیا کروں گا۔ پس یہ دو روپیہ ماہوار آپ کو آیا کریں گے۔ دیکھا آپ نے یہ گنوار کی حکایت ہے جس کو لکھنا پڑھنا کچھ نہ آتا تھا مگر دین کی سمجھ ایسی تھی کہ دین دنیا کی آمیزش کو فوراً سمجھ گیا۔ (خیر المال للرجال ص۲۴ الاستغفار ص۲۹ الانقاظ بالغیر ص۱۳)

احقر نے شمس الاسلام حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم سے سنا کہ حضرت حکیم الامتؒ کے یہاں میں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی نے دوسرے دیہاتی سے کہا کہ مسلمان ایک ہوں دوسرے نے کہا ایک ہوں اور نیک ہوں۔ حضرت افغانی مدظلہ نے فرمایا کہ یہ تعلیم کسی یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی نہیں ملتی یہ اہل اللہ کے قدموں میں رہنے کے بعد حاصل ہوتی ہے، کیونکہ دونوں ان پڑھ تھے مگر کیسی سمجھ کی بات کہی۔

باقی اس دیہاتی کے انداز گفتگو سے حضرت گنگوہیؒ کو ناگوار نہیں ہوا کیونکہ اس میں اخلاص اور سادگی تھی تصنع نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی ان کا مرید تھا۔ ایک دفعہ جب حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو استفسار فرمایا کہ فلاں شاہ صاحب کے پاس تم جاتے ہو۔ ایک فاسد العقیدہ بدعتی ان کے گاؤں آیا کرتا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے اسے ڈانٹا۔ دوسری مرتبہ جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا اب بھی کسی کے پاس جاتے ہو تو اس نے کہا "اب تو تیرا ہی پلڑا پکڑ لیا ہے"۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں اس کے یہ کہنے سے مجھے آپ "حضرت" وغیرہ وغیرہ کہنے والوں سے زیادہ مسرت ہوئی اور میں نے بار بار اس سے یہی کہلوایا، سبب یہ ہے کہ اس میں تصنع نہ تھا۔

۵۴۔ فرمایا حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے ایک مرید کو ہٹا دے

تو فی مرید ایک آنہ اور مولوی کے ہٹانے پر فی مولوی چار آنے لے لے ۔ غرض یہ ہے کہ جو شخص نادان ہے اسکو شیخ سے بھی برائے نام محبت ہو گی ۔ نادان کی دوستی رہ نہیں سکتی وہ معمولی بات کو بھی بزرگی کے خلاف سمجھے گا ۔ اور غیر معتقد ہو جائے گا ، اسکی نظر جہل کے سبب اکثر عیوب کی طرف ہی زیادہ ہو گی اور کمالات کو تو وہ جانتا ہی نہیں ان پر تو اسکی نظر کیا ہوتی ۔ سچی محبت اسی کو ہو گی جسکو شیخ کی معرفت ہو گی اور شیخ کی معرفت اس کے اتباع سے ہو گی —
(خیر المال للرجال ص ۱۳)

۵۵ - فرمایا چھٹا طبقہ وہ ہے کہ انہوں نے عمل بھی وہی کئے جو اس کیلئے موضوع ہے لیکن فضائل وہ طلب کئے جن کا عطا ہونا عادت الٰہیہ کے خلاف ہے ایسی تمنا بھی شرع کے خلاف ہے ۔ ایک شخص ہم کو ملے جو قطبیت کے طالب تھے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں وہ گئے وہ بھی پسند نہ آئے ، جب میں گنگوہ گیا حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی وہ فلاں شخص آئے تھے قطبیت کے طالب تھے ۔ یہاں قطبیت کہاں تھی ، اس لئے چلے گئے ۔ یاد رکھو قطبیت اور غوثیت مکتسب نہیں ہے ۔ (اسباب الفضائل ص ۲۳)

یعنی قطب اور غوث اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے بنتے ہیں ۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ باقی بزرگان بیعت و مجاہدہ اصلاح نفس و اخلاق کیلئے کراتے ہیں ۔ قطب و غوث بنانا ان کے اختیار میں نہیں ہے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

سچ ہے ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جنکی قسمت ازل سے خراب ہے ۔ بزرگوں اور کامل اولیاء کی سعی سے بھی ان کی اصلاح نہیں ہوتی ہے

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

ہاں شیخ وسیلہ ہوتا ہے ۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انعامات کی بارش کرتے ہیں ۔ اسی لئے شیخ سے بیعت ہونے کیلئے کہا جاتا ہے ۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ اگر مرید زور آور ہو گا تو ہم کو جنت میں لے جائے گا ۔ اور اگر ہم زور آور ہوں گے تو مرید کو جنت میں لے جائیں گے ۔

۵۶ - فرمایا یہاں بعض لوگ آتے ہیں اور یہ نہیں بتلاتے کہ کس غرض سے آتے ہیں ۔ اور

بار بار پوچھنے پر بھی یہی کہتے رہتے ہیں کہ زیارت کیلئے آئے ہیں۔ مولانا گنگوہیؒ اس کا خوب جواب دیا کرتے تھے کہ میاں زیارت تو ہو چکی اب اصل بات کہو۔ اور میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ دوبارہ کے پوچھنے پر بھی تم نے یہی جواب دیا تو بہت اچھا۔ اگر صرف زیارت کو آئے ہو تو اگر پھر کچھ کہو گے تو میں نہ سنوں گا۔ اب میں اپنے کام میں لگتا ہوں۔ اگر کچھ کہنا ہو تو اب بھی کہہ لو اس کے بعد وہ کہنا شروع کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف زیارت مطلوب نہ تھی اور اگر کوئی اس وقت بھی نہ بتلائے تو بعض اوقات میں پھر نہیں سنتا ہوں، کہنے سے روک دیتا ہوں۔ اس پر لوگ کہتے ہیں کہ بہت روکھے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم بہت سوکھے ہو۔ سالن بغل میں دبا رکھا ہے۔ تر تو جب ہوتے کہ روٹی کے ساتھ سالن سامنے رکھ دیتے پھر جب اس کے بعد اصلی بات کہتے ہیں تو اس میں بھی کنایات سے کام لیتے ہیں کوئی کہتا ہے مجھے خادم بنا لیجئے یا غلامی میں لے لیجئے، پہلے تو لفظ ارادہ بیعت کیلئے کافی تھا، مگر اب تجربہ ہوا کہ ناکافی ہے۔ (المورد الفرسخی فی المورد البرزخی ص۲)

ہمیں چاہیئے کہ بزرگوں کو دق نہ کریں۔ ان کے اوقات بہت مصروف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

۵۷۔ فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے پاس ایک شخص آیا اور مسئلہ پوچھا کہ آدھا چوہا کٹ کر کنوئیں میں گر پڑا۔ کتنے ڈول نکالے جائیں تو ایک معقولی صاحب جلدی سے بولے کہ تیرہ ڈول نکال دو۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ تو احمق ہے۔ سارا پانی نکال دو۔ کنواں ناپاک ہو گیا۔ بعد میں معقولی صاحب نے حضرتؒ سے پوچھا کہ پورا چوہا گر پڑے اور مر جائے تو بیس سے تیس ڈول تک کا حکم ہے اور آدھی دم گر گئے پر آپ نے سارا پانی نکالنا واجب کر دیا، اسکی کیا دلیل ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تم نے تیرہ ڈول کس دلیل سے بتلائے، کہا میں نے بیس اور تیس کا اوسط پچیس نکالا۔ پھر جب پورا چوہا گرتا تو پچیس ڈول ہوتے۔ اب آدھا گرا ہے تو پچیس کا آدھا ساڑھے بارہ ہوتے تھے میں نے کسر کو پورا کر کے تیرہ ڈول بتلا دے اور پورا نکالنا واجب ہو تو اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ کے خلاف لازم آتا ہے اور اپنی حماقت سے یہ نہ سمجھا کہ کٹ کر گرا ہے تو کنوئیں میں دم مسفوح گرا اور دم مسفوح کا ایک قطرہ ہی کنوئیں کو ناپاک کرنے کیلئے کافی ہے۔ اگر معقولی صاحب کو اس کا ہوش ہوتا تو سمجھتے کہ واقعی میرا حساب غلط تھا۔ (الرحیل الی الخلیل ص۲۱)

دیرینہ، پیچیدہ، روحانی جسمانی امراض کے خاص معالج
جمال شفاء خانہ رجسٹرڈ
صدر نوشہرہ
دہلی روڈ لاہور کینٹ